مکتوبات اشرفی کی اہمیت

ڈاکٹر محمد موصوف احمد اشرفی

حضرت میر سید مخدوم واحد الدین اشرف سمنانی رضی اللہ عنہ کی (ولادت ۶۸۸ھ مطابق ۱۲۸۹ء میں ہوئی۔ آپ کی وفات ۲۸ر محرم الحرام ،۸۰۸ھ مطابق ۱۴۰۵ء بمقام کچھوچھہ شریف، ضلع فیض آباد (امبیڈکر نگر، یوپی) ہوئی۔ آپ کا سلسلۂ نسب سمنان کے سلطان نسب، سادات نور بخشیہ سے جا ملتا ہے۔ آپ کے متعلق یہ بھی کہا جاتا ہے کہ" آپ مادر زاد ولی تھے اور علم لدنی کے دروازے آپ پر کشادہ تھے۔" سات قرأت کے ساتھ آپ نے سات سال کی عمر میں قرآن شریف کا حفظ مکمل کیا۔ چودہ سال کی عمر میں تمام علوم منقول ومعقول سے فارغ التحصیل ہوئے اور صحاح ودیگر احادیث کی کتب کا مطالعہ و سماعت بھی کر چکے تھے۔ والد گرامی، سلطان سید ابراہیم نور بخشی، کے وصال کے بعد سلطنت کے اراکین نے آپ کو تخت پر بٹھایا۔ باوجود سلطنت کی ذمہ داری نبھانے کے، آپ کو اس سے دلچسپی نہیں تھی۔ آپ اکثر شیخ رکن الدین علاء الدین سمنانی، شیخ اصیل الدین قیلوی اور دیگر مشائخ وقت کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ حضرت خضر علیہ السلام سے متعدد بار بار بالمشافہ ملاقات رہی۔ حضرت خواجہ اویس قرنی کی روحانیت سے بھی مالا مال ہوئے، انہوں نے آپ کو اذکار اویسیہ کی تعلیم مرحمت فرمائی۔ مخدوم جہانیان جہاں گشت سے اوچ شریف میں ملاقات رہی۔انہوں نے آپ کو چودہ سلاسل سے خلافت واجازت بیعت عطا کی۔ حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحیٰ منیری کی نماز جنازہ آپ ہی نے پڑھائی ۔مخدوم اشرف نے اپنے زمانے کے تمام (۱۹۲) مشائخ وقت مثلاً شیخ جلال الدین بخاری ،شیخ علاء الدین سمنانیؒ میر سید علی ہمدانیؒ خواجہ بندہ نواز گیسودراز ، میرصدر جہاں، شیخ مبارک گجراتی ،خواجہ حافظ شیرازی، شیخ رکن الدین شہباز، سید تاج الدین اودھی، شیخ عبد الملک وغیرہ کی صحبت پائی، ان سے فیض یاب ہوئے اور ان میں سے بعض مشائخ کی تربیت بھی کی۔

آپ کی بزرگی اور مناقب میں مرآۃ الاسرار کے مصنف شیخ عبد الرحمٰن چشتی رقم کرتے ہیں:

" آن سلطان مملکت دنیا ودین ۔ آں سر حلقۂ عارفان ارباب یقین، آں محبّ ومحبوب

خاص ربانی، غوث الوقت، حضرت میر سید اشرف جہاں گیر سمنانی قدس سرہ، آپ یگانہ روز گار اور شان رفیع، ہمت بلند، کرامات وافر کے مالک تھے۔''

میر سید اشرف جہاں گیر سمنانی کا بیش تر حصّہ بنگال (پنڈارہ شریف) اور اودھ میں گذارا۔ سیر وسیات سے غیر معمولی دلچسپی رہی۔ ۳۰ سال تک سفر میں رہے۔ آپ نے ایک سفر'' ربع مسکون'' کا ہمراہ میر سید علی ہمدانی کیا۔ متعدّ د بار دنیا کا سفر کیا اور مختلف شخصیات مخلوقات سے ملاقات کی اور ہم کلام ہوئے۔ میر سید اشرف، شیخ علاء الحق والدّین پنڈوی چشتی قدس سرہ کے مرید وخلیفہ تھے۔ سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے بعد سلسلۂ مشخیت ہدایت کو آپ ہی نے از سرِ نو زندہ کیا۔ آپ کثیر التصانیف بزرگ ہیں۔ مکتوبات اشرفی اور'لطائف اشرفی کے علاوہ درجنوں کتابیں آپ سے منسوب ہیں مثلاً فصوص الحکم شرح ہدایہ (فقہ) شرح عوارالمعارف، نحو اشرفیہ، فتاویٰ اشرفیہ، تفسیر نور بخشیہ، رسالہ غوثیہ، مراۃ الحقائق، ترجمہ قرآن پاک بہ زبان فارسی، رسالہ تصوّف واخلاق اور رسالہ قبریہ وغیرہ۔

غوث العالم سید اشرف جہاں گیر سمنانی کی غیر معمولی تصانیف میں لطائف اشرفی کو جو شرف وقبولیت حاصل ہوئی، ان کی دیگر تصانیف کو نہیں ہوئی۔ لیکن ان کی دوسری اہم تصنیف مکتوبات اشرفی ہے۔ مکتوبات اشرفی کی اہمیت اور معنویت کا اندازہ اس سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ شیخ عبد الحق محدث دہلوی نے اپنی کتاب'' اخبار الاخیار'' میں ایک طویل خط مخدوم صاحب کے مکتوبات سے من وعن نقل کیا ہے۔ یہ خط قاضی شہاب الدین دولت آبادی کے نام رقم کیا گیا ہے۔ یہ خط فرعون کے حالت ایمان پر مرنے کے استفسار کے جواب میں ہے۔ مکتوبات اشرفی کے اس خط پر اخبارالاخیار کے مصنف نے سکوت اختیار کیا ہے۔

مکتوبات اشرفی کی اہمیت اور معنویت کا اندازہ اس سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ اس میں چودھویں اور پندرھویں صدی عیسوی کے تمام مشاہیر علماء، مشائخ، بادشاہِ وقت، امراء مثلاً قاضی شہاب الدین دولت آبادی، سلطان ابراہیم شاہ شرقی، نور قطب عالم پنڈوی، ہوشنگ خاں، سالار سیف الدّین انچولی، صیف خاں حسام الدّین، مولانا علام الدّین جائسی، شیخ فرید، شیخ رکن الدّین جونپوری، میر صدر جہاں، قاضی شیخ عبد الملک، شیخ عمر، شیخ عثمان، شیخ رضی، شیخ کبیر، شیخ راجا، مولانا

کریم الدّین ردولوی، ملک محمود، شیخ خیر الدّین انصاری وغیرہ کے استفسار پر تحریر کیے گئے ہیں۔

یہ مکتوبات اشرف جہاں گیر سمنانی کا گراں قدر سرمایہ ہے، جسے آپ نے اپنے ارادت مندوں کی طرف سے بھیجے گئے دقیق مسائل کے استفسار کے جواب میں رقم کیا گیا ہے۔ یہ خطوط مشکل مسائل دینی ودنیوی امور کے حل کے لئے آپ نے عنایت فرمائے ہیں۔

مکتوبات اشرفی کے جامع اوّل آپ کے اہم خلیفہ حضرت نظام الدین یمنی ہیں۔ آپ ۷۵۰ھ میں مخدوم صاحب کے بیعت وارادت میں داخل ہوئے۔ جامع ثانی، جانشین مخدوم اشرف سید نا عبدالرزاق نورالعین ہیں۔ مخدوم اشرف جہاں گیر سمنانی کے مکتوبات کا مطالعہ حق تعالیٰ کی شان ربوبیت اورتصوّف کی رمز وماہیت اور ایمائیت کو سمجھنے کا مؤثر ذریعہ اورنعمت غیر مترقّبہ سے کم نہیں ہے۔ ان مکتوبات میں صوفی کے قلب کی تسکین کا سامان اور سوزوسازودردِ و داغ وجستجو وآرزو، کے مقاصد کا حصول مشمول ہے۔ علماء وقت کے اسرار وتقاضے پر بعض دقیق فقہی اورصوفیانہ مسائل کے علاوہ مشکل اشعار کی تعبیر وتوجیہ بھی مخدوم پاک نے فرمائی، مثلاً خواجہ امیر خسرو کے شعر، ابوسعید ابوالخیر کی رباعی اور شیخ شرف الدین پانی پتی کے بیت پر سیر حاصل گفتگو کی ہے۔ ذیل میں خسرو کے ایک شعر کی تعبیر وتشریح مخدوم صاحب کے حوالے سے نقل کی جاتی ہے:

ز دریائے شہادت چوں نہنگ لا بر آرد ہو
تیمّم فرض گرد و نوح را در عین طوفانش (خسرو)

''جاننا چاہئے کہ متقدمین سے فضلائے روزگار کے اشعار کے مضمون اورشعرائے متقدمین کے گفتار کا مفہوم صوفیہ کے مشارب میں سے ایک مشرب ہے۔ پیش کردہ اشعار کی ترکیب اور ان ابیات کی غرض سمجھنے کے لئے اولاً اس گروہ کے اصطلاحات کو سمجھنا پڑے گا، کیوں کہ بغیر اس کے مقصود ومفہوم کی تہہ تک پہنچنا ممکن نہیں ہے۔

دریائے شہادت سے مراد موجودات عینیہ ہیں۔ جب دریائے محیط نہایت نہیں رکھتا تو اس کے مقابلے میں 'ہو' آتا ہے اور یہ عالم غیب سے عبارت ہے۔ نہنگ لا میں اضافت بیانیہ ہے۔ ماسوا الٰہی کی نفی اور نامتناہی کا نقش کھینچنا ہے۔ ہر وقت موحد موجودات کے آئینہ سے رخسارۂ وحدت مشاہدہ اورحجلۂ کائنات سے عذار حقیقت کے معائنہ میں استغراق حاصل کرتا ہے، اس استغراق سے ایک قسم

کی رائی ومرئی رخسار وآئینہ سے قائم ہوتی ہیں۔ جسے شعر میں تیمّم کہا گیا ہے۔ تیمّم کا معنی بمقتضاء فتیمّوا صعیداً خاک کی طرف (قصداور) توجہ کرنا ہے۔ اور وہ خاک جمع مکنونات عینیہ وخارجیہ کی بناء ہے۔ اس سے مراد وحدت ذاتیہ اورصرف 'ہوُ' ہے۔ پس موحد کے لئے کہ ظہور صفاتیہ کے اعتبار سے جمیع مکنونات میں اسے دیکھنا اور جاننا ضروری ہے کہ اس کے سوا کوئی موجود نہیں ہے۔ اور اس کے علاوہ کوئی مشہود نہیں ہے۔ بلکہ وہی ہے جو اسماء وصفات کی صورت سے ظاہر ہے اور اس (مقام) کے سوا کوئی موجود حقیقی نہیں، جس کا مشاہدہ کیا جائے، بلکہ وہی ہے جو بصورت اسماء وصفات ظاہر ہے۔ بذات واجب ولازم اورصورت وپیکر سے منزّہ اور معرّا ہے۔

نوح عبارت ہے صاحب مشاہدہ کی ذات سے۔ فرض وقت ہے کہ دریائے ظہور کے عین مشاہدہ کے وقت خاک احدیت سے تیمّم کرکے پاک ہونا ہے، یعنی ذات احدیت کو جاننا۔ پس موحد تمام اوقات میں باہمہ یا بے ہمہ کی کشاکش سے آزاد ہوتا ہے، مگر جس وقت فنا کی موج آتی ہے اوج بقا کا تلاطم اسے اچک لیتا ہے اور موج سے باہر کردیتا ہے اور بقا کی بے خودی جو فناء الفناء کے طوفان سے اٹھتی ہے اس پر طاری ہوجاتی ہے۔

دوسرا مفہوم اصحاب شغل وارباب عمل کے مطابق یہ ہے کہ شہادت سے مراد شھدا ان لا الٰہ الاّ اللّٰہ ہے کیوں کہ جب طالب صادق، نفی واثبات کے کلمہ میں تکرار پر مداومت ظاہر کرتا ہے اور اس کے معانی پر غور وفکر کے ذریعے ماسوائے حق کے سب کو دیکھتا ہے اور بجانب اثبات ذات مطلق کی بقا دیکھتا ہے، تو کثرت سے انوار الٰہی کے مقصود کا ملاحظہ کرتا ہے، جیسا کہ طالب صادق اس مشہود میں شرف فنا سے مشرف فنا سے مشرف اور ذاکر واثق اس وجود میں عرف ہبا سے معرف ہوتا ہے۔اور نوح سے مراد یہی صاحب مشاہدہ ہے کہ جو دولت فناء الفناء تک پہنچا ہے بمقتضائے فتیمّوا صعیداً اس وقت اس پر فرض ہے کہ فناء الفناء کے عین میں بقاء کی طرف رجوع کرے کہ خاک اسی سے عبارت ہے یا اس دولت سے جو اس نے پائی ہے۔ یہ بھی احتمال ہے کہ مبادا وہ تجلّی اس کے لئے مستقل ہوجائے اور وہ مجذوب بن کر رہ جائے کہ اس کے ذریعے سالکان راہ کی تربیت نہ ہوسکے۔ کیوں کہ سالک جب تک راہ سلوک طے کرکے شرف جذبہ سے مشرف نہ ہو، دوسرے سالکوں کی رہنمائی نہیں کرسکتا اور بحر نزول سے ساحل شعور تک نہیں پہنچ سکتا، اور بغیر اس دریا کا غوطہ

کھائے ہوئے عین ثابتہ سے نکل کر واصل بحق نہیں ہوسکتا اور انّا جعلناک خلیفة کے بمصداق تخت خلافت پر متمکن نہیں ہوسکتا، سے ارباب طلب کی ہدایت میسر نہیں آسکتی۔'' (مکتوبات نمبر ۲۳۔ مکتوبات اشرفی، حصہ اوّل، ص ۱۵۹ تا ۱۶۲، ترجمہ: حضرت مولانا عبد الستار صاحب)

۳۹ ویں مکتوب کا موضوع حضرت ابوسعید ابوالخیر کی رباعی کے معانی ومطالب پر مبنی ہے۔ یہ مکتوب صدر الدین کی جانب سے استفسار کے جواب میں رقم کیا گیا ہے۔ حضرت ابوسعید ابوالخیر کی ۸۰ سے زائد (بیش تر) رباعیاں کسی نہ کسی مسئلے کی عقدہ کشائی کا بدل ہیں۔ لوگوں نے آپ کی رباعیات کی برکت سے بہت ساری مصیبت اور پریشانی سے نجات حاصل کی ہیں۔ مخدوم اشرف کا ارشاد ہے کہ'' اس کا گوہر ہر شخص پر روشن نہیں ہوتا''، یعنی آپ کی رباعی کی تفہیم وتعبیر اور تشریح ہر کس وناکس کے بس سے باہر ہے۔ جوہری ہی اس کی قیمت ادا کرسکتا ہے۔ ذیل میں ابوسعید ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ کی رباعی اور اس کے مطالب پیش کیے جاتے ہیں:

حورا بنظارہ نگارم صف زد
رضوان زتعجب کف خود برکف زد
یک خال سیہ بر آں رخان مطرف زد
ابدال زبیم جنگ در مصحف زد

یہ رباعی ارتفاع علل وانقماع خلل کے لئے ہے، یعنی اس رباعی کی برکت سے بیمار صحت مند ہوتا ہے۔ جو کوئی کسی مصیبت یا پریشانی بشمول علالت میں مبتلا ہوتو یہ رباعی پڑھے، صحت یاب ہوگا اور اسے فیض حاصل ہوگا۔ ذیل میں مخدوم صاحب نے اس رباعی کے جو مطالب ومعانی کیے ہیں وہ نقل کیے جاتے ہیں:

حورا: اس سے مراد روحانیہ ملکیہ ہے۔

نگار: اس سے مراد روحانیہ انسانیہ ہے کہ روح انسانی وپیکر روحانی وصال یار کے ذوق میں زیبائے پرستہ کا نگار وعنائے پیوستہ کا شعار بن کر عروسانِ فلک وفرشتگان عرصۂ ملک کی صفوں میں صف بنائے کھڑی ہے۔

رضوان: اس سے مراد کشور بہشت کے معمار وحوران نیک سرشت لشکر کے

سردار ہیں۔ یہ سب روح انسانی کا مرتبۂ کمال دیکھ کر اور جسم انسانی کا حسن وجمال دیکھ کر نہایت حیرت وغایت سے دست اور سر کف پر کف مارتے ہیں۔

خال سیہ: اس سے مراد رُتبہ فقر محمدی ہے کہ روحانیہ انسانیہ محبوبیہ کے خال کے رخسار سے مستعمار ہے۔ لقوله علیه السّلام الفقر سواد الوجه الدّارینَ۔(ترجمہ :ان کے نبی کریم) صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق کہ فقر دارین میں چہرے کی سیاہی ہے، جب سالک صادق کے لئے راہ سلوک میں عدم سے درجہ نہایت کچھ شرائط کے ساتھ حاصل نہیں ہوتی اور طالب واثق کے لئے درگاہ صعلوک میں نقد سے رتبہ غایت کچھ وسائط سے واصل نہیں ہوتا، تو اس وقت کمال درجہ کی موت اس کے حال کے تقاضا کے مطابق اسے اشارہ دیتی ہے، تاکہ وہ اپنے عین ثابتہ کے خورشید صفت زدہ سے اور صور علمیہ کے بحر جاوید مثال کے قطرہ سے پیوست ہوجائے۔ اور عیان موجودات میں سے ہر عین ،صورت ہائے ممکنات میں سے ہر صورت کل عین ثابتہ مصطفوی میں سے جزا ور جملہ صور علمیہ نبوی میں سے ریزہ ہوجائے۔ ہر گاہ کے طالب درویش کی آخری منزل اپنے عین ثابتہ تک رسائی ہے۔ کیوں کہ کل شئی یرجع الیٰ اصلہ(ہر شئے اپنی اصل کی طرف لوٹتی ہے) اس سے عبارت ہے۔ دست پیوند خالی کوچہ ہے کہ اس نے اپنے وصول روحانیہ کے رخسار پر رکھا ہے۔ اور نقطۂ مثال ہے کہ اس نے اپنے حصول کے عذار پر رکھا ہے۔

ابدال: اس سے مراد وہی روحانیہ ہے اور لفظ ابدال کا اطلاق اس کی حالت کی تبدیلی وتغیّر کی بنا پر ہے کہ رتبہ ادنیٰ سے اعلیٰ درجہ کو پہنچی یا باعتبار درجہ ابدالیہ کے لئے، کیوں کہ اس طائفہ (مخدوم اشرف) کے نزدیک یہ رتبہ بہترین مراتب اور خوب ترین مناصب میں سے ہے۔ اس کی روحانیہ کو ابدال کہا ہے۔

مصحف: اس سے مراد اس روحانیہ انسانیہ کا مرتبہ جامعیہ ودرجہ مثالیہ کا وصول ہے۔ تفرقہ کے خوف سے نکلی اور اپنی جمع وحدت سے موصوف ہوئی۔ اس حالیہ جمعیت کو مصحف کہنے کی وجہ تسمیہ بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہر بشر جو اس کتاب کی آیت تلاوت کرتا ہو وہ اس راز سے ضرور واقف ہوگا۔

پس جو کوئی بیمار کے لیے اس رباعی کو پڑھے گا، تو اسے فرحت حاصل ہوگی۔ اور بے تابی

وپریشانی کے لئے جو کوئی پڑھے گا تو اسے ضرور مسرت حاصل ہوگی۔ اور یہ قاعدہ حکمائے سالفہ واطبائے بالیہ کے نزدیک بھی مسلّم ہے کہ بیمار کے لئے مسرت و فرحت موجب صحت ہے۔ لقولہ علیہ السّلام "لقاء الخلیل شفاء الخلیل۔" ترجمہ: ان کے (نبی کریم) صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کے مطابق دوست کی ملاقات دوست کے لئے شفاء ہے۔"[۱]

مکتوب نمبر ۱۳ شرف الدین پانی پتی رحمۃ اللہ کے معانی بیت (شعر) سے متعلق ہے۔ اس مکتوب میں بھی حضرت کے دوسرے مکتوب کی طرح شعر کے مطلب کی وسعت اور گہرائی دیکھنے کو ملتی ہے کہ کس طرح آپ نے بیت کی تشریح وتعبیر کی ہے:

چند انکہ از روئے تو در سینہ جائی کرد
واللہ کہ آرزوئے خدا ایم محقر است

(ترجمہ: جس قدر تونے اپنی آرزو کو سینہ میں رکھا ہے واللہ کہ میرے خدا کی آرزو محقر ہے)

ہر چند کہ آں حضرت مرتبہ واحدیت میں اپنے اندر کمالات اسماء وصفات، اجمال وتفصیل میں ظہور علمی رکھتے ہیں، اگرچہ وہ درگاہ اسمائے الٰہیہ میں اور اپنے درجات کہنے میں وجوب وامکان کو پہنچاہے، لیکن یہ کمال ظہور ارواح، مثال، اجسام واشباح میں سے ہر ایک انسان کامل کے مظہر کے خاصہ میں سے ہے۔ یہ اتّصال کہاں سے ہوگا کہ صدرو، اشباح وخیال واحتشام جمعیت برزخیہ کا خاصہ ہے۔ لکل مقام مّعلوم (ہر ایک کیلئے مقام معلوم ہے) سے اسی کی جانب اشارہ ہے۔"[۲]

سید اشرف جہاں گیر سمنانی کے جملہ ۴۷ مکتوب جو اصحاب کو تحریر کیے گئے انہیں دریائے معرفت کا در نایاب تصوّر کیا جاتا ہے اور درجات کے حصول کا ذریعہ سمجھا جاتا ہے۔

عرض کیا جاچکا ہے کہ مکتوبات اشرفی کے جامع اوّل حضرت اشرف کے خلیفہ اور مرید خاص حضرت شیخ نظام الدین یمنی ہیں اور جامع ثانی حضرت کے جانشین اوّل مخدوم الآفاق سید عبد الرزاق نو رالعین ہیں۔ مکتوبات کا مخطوطہ آج بھی کچھوچھہ شریف کے سجادہ نشین اور بسکھاری شریف کے سجادگان کی ملکیت میں محفوظ ہے۔ اس کے علاوہ شعبۂ تاریخ، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ کے مخطوطہ کلکشن میں بھی محفوظ ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ان تمام مخطوطوں کا تقابلی جائزہ لے کر اس کی تصحیح وتدوین کر لی جائے اور صحیح متن کے ساتھ مع ترجمہ وحواشی کے شائع کیا جائے، تا کہ مخدوم اشرف

کے مخفی اسرار ورموز تک عوام وخواص کی رسائی ممکن ہوسکے۔

مکتوبات اشرفی کی اہمیت کا راز یہ بھی ہے کہ ان خطوط کے ذریعے آپ نے اکابر صوفیائے کرام کی تعلیمات کو عام کیااور ساتھ ہی آپ نے اپنے ہم عصر سلطان الوقت اور مشائخ عظام اور مقرّ بین ٓالٰہی کے مسائل کا تدارک فاصلاتی نظام تعلیم (Distance Education) کے ذریعہ کیا۔ آپ نے ان خطوط میں اپنے پیش رو اولیائے کرام مثلاً خواجہ معین الدین چشتی اجمیری، خواجہ قطب الدّین بختیار کاکی، بالخصوص خواجہ نظام الدین اولیاء اور شیخ شرف الدّین احمد یحیٰی منیری کے اسلوب کو اپنایا اور ان کے طرز اظہار وبیان کو منبع تسلیم کیا، جس میں قیمتی گوہر تزئین کیے۔ قرآنی متشابہات اور متصوّ فانہ متشابہات و اشعار کا کثرت سے استعمال کیا۔ ہوشنگ خان کے نام مکتوب میں مخدوم اشرف نے انہیں سلطنت کے امور سے متعلق چند مفید مشورے دیے۔ نقل کیا جاتا ہے۔

”اے بھائی دولت خلافت، خلافت ہائے معنوی میں سے ایک صورت ہے کیوں کہ اس کی خلعت غوث روزگار کے قدم زیبا پر ہے۔ اور شوکتِ سلطنت منزلت کی دس نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے، کیوں کہ اس کا علم قطب ادوار کے قدم پر ہے۔ پس اس دولت کو نعیم سنی (عمدہ) میں سے ایک نعمت اور اس شوکت کو ولیم ہنی (نفیس) میں سے ایک وسیلہ شمار کرنا چاہئے۔ کیوں کہ ہر سر اس میں نہیں ہے۔ اور قبا ہر ایک پر نہیں ہے۔

امیر جو کہ پیشوائے قوم ولشکر ہوتا ہے، اسے چاہئے کہ لذّات وشہوات سے اپنے آپ کو بچائے۔ اور حتیٰ الامکان شعار اسلام کی پابندی کرے۔ خاص طور پر شراب نوشی سے پرہیز کرے، کیوں کہ اس سے عقل زائل ہوجاتی ہے۔ اور رائے ثاقب اور فکر صائب کے سوا اپنے آپ کو ظاہر نہ کرے۔ کسالت وسستی جو کہ شراب کا نتیجہ ہے، ظاہر نہ کرے۔ ہر معاملات میں نہایت ہی چاق وچوبند رہے۔“

تمام مہمات ومصالح میں سرکردہ گروہ سے مشاورت ضروری ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ ”وشاورھم فی الامر“ اور معاملات میں باہم مشورہ کریں“۔ جب کسی کام پر باہم اتحاد واتفاق ہوجائے، تب اسے نافذ کرنا چاہئے۔

امت کی تعلیم کے واسطے انبیاء کرام نے مشورہ کیا ہے۔ تفہیم زمرہ کے لئے اصفیائے

کرام رحمۃ اللہ علیہ اجمعین نے رائے طلب کی ہے۔ یہاں تک کہ ایک دوسرے سے استصواب رائے مستحب ہے اور اس کے ذریعہ کام بہتر ہوتا ہے، کیوں کہ انسانی عقول متفاوت ہیں۔ افکار بشری متجاوز الادراک ہیں اور فہم خلق ایک دوسرے کے مغائر ہے۔ اس لیے اس میں سوچنے کا موقع مل جاتا ہے۔۳۳

۳۲ واں مکتوب سادات ہند کی تفصیلات پر مشتمل ہے۔ آپ نے اس خط میں برصغیر (ہندوپاک) کے تمام سادات کا اجمالاً ذکر کیا ہے۔ تقریباً ۳۰ سے زائد مقامات کے سادات اور اس کے علاوہ دیگر سادات کرام جو مختلف جگہوں پر بسے ہوئے ہیں، ان سب کے حسب ونسب پر مخدوم صاحب نے کلام کیا ہے اور ان سب کا آئینہ پیش کیا ہے۔ مکتوب ہذا کے حوالے سے ذیل میں کچھ سادات کا ذکر یہاں نقل کیا جاتا ہے:

'' ازآں جملہ سادات سامانیہ جو کہ مشہور النسب ہیں۔ یہ سب سلطان محمد توختہ کی اولاد سے ہیں۔

'' ازانجملہ سادات گیسودراز کہ ان کا سلسلہ حضرت محمد گیسودراز سے ملتا ہے اور لقب گیسودراز کا ہند سے نہیں، بلکہ ولایت سادات سے آیا ہے۔'' غایت عالی شان کہ تصنیفات راتبہ وتالیفات لائقہ اخبر التصانیف حضرت میر کی ہے۔ جس میں انہوں نے وحدت وجود مطلق میں کچھ اشارہ حضرت فصوص الحکم (ابن عربی) کی نسبت کیا ہے۔ فقیر نے اس میں کچھ تغیّر مزاج بھی کیا ہے۔ اور کچھ دلائل عقلیہ ونقلیہ جو ان میں نہیں تھے، حضرت میر تیمور کے سامنے ظاہر کیا۔ ان کے سیر میں اصلاح کیا ہے۔ اول سیر کہ بجانب حضرت میر ہے، اور سیر ثانی حضرت شاہ ید اللہ شاہ صفی اللہ کی زیارت سے مشرف ہونا ہے۔

از انجملہ سادات نوہتہ جو مشاہیر روزگار ومعارف ہر دیار میں سے ہیں۔ کشف وکرامات میں سلاطین وخواتین کے زندیک مقبول الطّوائف ہیں۔

طبقہ دیگر سادات حسینان امام حسن مثنیٰ کی اولاد ہیں، فرزند اعزالآفاق سید عبد الرزاق (نور العین) مدعمرہٗ انہیں کی اولاد میں سے ہیں۔ ۳۴

حاصل کلام یہ ہے کہ مکتوبات اشرفی میں کل ۷۴ مکتوب ہیں۔ علاوہ ازیں خاتمہ، تتمہ اور

تکملہ بھی ہے۔ ابتدامیں مقدمہ بھی مشمول ہے۔ میر سیداشرف جہاں گیر سمنانی کے خطوط کی اہمیت ومعنویت کا اندازہ سلطنت عہد کے ان جلیل القدر مشائخ ،صوفیاء علماء ، بادشاہ اور امرائے وقت کے ناموں سے لگایاجاسکتا ہے، کہ جن کے استفسار کے جواب میں یہ خطوط ارسال کیے گئے ہیں۔شعراء کے اشعار کی رمزیت ایمائیت اور تعبیر وتشریح کا معاملہ ہو کہ علوم ظاہر وباطن ،منقول اور معقول کے دقیق مسائل کی عقدہ کشائی، بادشاہ وقت کی مہم جوئی اور عدل وانصاف کا واقعہ ہو کہ فتح ونصرت اور سلطنت کے فروغ کا مسئلہ ، ان سب پر مخدوم اشرف نے خامہ فرسائی کی ہے، اور ان سب اکابر روزگار کی رہبری ورہنمائی کی ہے۔ فاصلاتی تعلیم کوعام کرنے اور رواج دینے میں یہ خطوط میل کے پتھر ثابت ہوئے۔

بلاشبہ مخدوم اشرف جہاں گیر سمنانی عہد وسطیٰ کے ہندوستان میں ایک عبقری شخصیت بن کر نمودار ہوئے اور اپنے علم وعمل وکردار ، خدمت خلق اور خلق کی حاجت روائی کے سبب مخدوم العالم ، غوث العالم اور محبوب یزدانی کے مرتبے پر پہنچے ۔آپ نے تصوّف اسلامی اور سلسلۂ مشخیت چشتیہ کا احیاء کیا اور ایک نیا سلسلہ اشرفیہ کی بنیاد ڈالی اور اپنی تعلیمات وہدایات کومستحکم اور عام کرنے کے لئے درگاہ رسول پور، کچھوچھہ شریف، کو مرکز رشدو ہدایت عطا کیا۔ آپ کا آستانہ آج بھی حاجت مندوں کے لئے باعث رحمت وبرکت ہے:

لیک انار باغ سمناں را
لذّت دیگر است از ہر جای

حوالے:

۱۔مکتوبات اشرفی: ترجمہ شاہ محمد ممتاز اشرفی ،ص ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲
۲۔مکتوب نمبر ۳۱،ص ۳۲۳۔ ۳۲۴، ترجمہ: ممتاز اشرفی
۳۔سورہ آل عمران، آیت ۱۵۹
۴۔بحوالہ مکتوبات اشرفی ، بنام ہوشنگ خان ،ص ۲۹۴۔۲۹۵
۵۔مکتوبات اشرفی ،مکتوب ۲۳،ص ۳۳۶